© rasailojaraid.com

مؤذنِ رسولؐ بلالؓ کا صحیح لہجہ اور تلفظ

(حبیب ریحان ندوی لیکچرار اسلامک انسٹی ٹیوٹ، البیضا ، لیبیا)

حضرت بلالؓ[1] رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے اور دائمی مؤذن تھے (دوسرے بعض مؤذن بھی تھے جن کا تذکرہ بعد میں کیا جائے گا) اور اذان کیوں کہ ایک شرعی اور تعبدی فعل ہے اس لئے اس کے لئے کسی ایسے ہی شخص کا انتخاب و تقرر شرعاً و عقلاً درست ہے جو اس شرعی فعل کو باتم و احسن وجوہ پورا کرسکے۔ اور جس کی زبان میں لکنت، عجمیت، غلطی اور لحن نہ ہو اور حقیقتِ حال بھی یہی ہے کہ حضرت بلالؓ خوش الحان، شیریں زبان اور فصیح الکلمات تھے۔ لیکن اس حقیقتِ عقلیہ و شرعیہ و تاریخیہ کے باوجود اکثر و بیشتر یہ جملہ عوام کی زبان سے سنا جاتا ہے کہ "بلالؓ اشہد کے شین کو اسہد سین سے تلفظ فرماتے تھے"۔ عوام کی سنی سنائی باتوں کی توضیح و تحقیق و تغلیط کہاں تک کی جائے کہ اسلامی زندگی میں عقیدہ و اعمال اور موت و حیات سے متعلق کتنے گوشوں میں غلط عقیدے، فاسد نظریات، بے بنیاد اور ضعیف کہانیاں، من گھڑت اور موضوع افسانے رائج ہو چکے ہیں، بہرحال ان کی اصلاح شرعاً ضروری ہے

---

[1] بلالؓ ابن رباح مؤذن رسولؐ تھے، اذان کا منصب انتہائی عظیم شرف اور فضیلت ہے، اسلام کیوں کہ نسلی ---- تفوق و پندار کی بنیاد پر قائم نہیں بلکہ حسن نیت و حُسنِ عمل ہی اسلام میں رفع درجات کا موجب ہے، اس لئے اسلام نے اذان کا منصب بلالؓ کو عطا فرمایا تاکہ ساری دنیا میں یہ اعلان ہوجائے کہ حبشی ہو یا رومی فارسی ہو یا عربی سب شعائر اسلام کو ادا کرنے کے مجاز اور پابند ہیں۔ اور یہ مستشرقین یورپ کے علی الرغم عالمی دین اور بین الاقوامی مذہب ہے، صرف عربوں کا (باقی صفحہ ۲۹ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن جب کوئی غلط بات یا موضوع قصہ تحریری شکل میں آجائے تو اس کی تصحیح واجب اور فرض کا درجہ رکھتی ہے۔ بلکہ ایسی بات کو تصحیح اور تردید کا حاشیہ لگائے بغیر چھاپنا بھی شرعی مصلحت کے خلاف ہے مشہور دینی ہفت روزہ 'صدق جدید' میں جناب عبدالرحیم خاں صاحب حیدرآبادی کے ایک مضمون میں یہ جملہ نظر سے گذرا "واضح ہو حضرت بلال (موذن رسول اللہ) شین کو سین پڑھتے تھے" [1] اس واضح خیال کی تردید میں صدق میں کوئی حاشیہ بھی نہیں لکھا گیا، بہرحال راقم نے اس واضح خیال کی توضیح بلکہ تردید

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۰) دین نہیں ہے۔ بلال رض کی آواز اچھی اور بلند بھی تھی اور ساتھ ہی ساتھ وہ ان چند نفوس میں سے تھے جنھوں نے اسلام کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہا، بلال غلام تھے اور اسلام قبول کرنے کے جرم میں ان کو ایسی سخت سزائیں دی گئیں جن کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن بلال کی زبان احد احد کے دلربا نغمہ ہی میں محو رہی، صدیق اکبر رض نے آپ کو خرید لیا اور خدا کے لئے آزاد کر دیا۔ فاروق اعظم رض کا قول ہے کہ ابوبکر ہمارے سید (سردار) ہیں اور انھوں نے ہمارے سید کو آزاد کیا ہے، ہجرت کے بعد جب مدینہ میں اذان مقرر ہوئی تو حضور نے بلال رض کو اس کا حکم دیا اور حضور کی وفات تک آپ یہ خدمت انجام دیتے رہے مدفن سے پہلے بھی اذان دی، جسد اطہر کے دفن کے بعد خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر رض سے انھوں نے کہا اگر آپ نے مجھے خدا کے لئے آزاد کیا ہے تو اب مجھے اذان کی خدمت سے معاف کر دیجئے، میں کسی کے لئے حضور کے بعد اذان نہیں دینا چاہتا، خلیفہ نے ان کی درخواست منظور کر لی، پھر فضیلت جہاد کی وجہ سے آپ شام چلے گئے۔ شام میں حضرت عمر رض کی درخواست پر ایک بار آپ نے اذان دی تھی تو اصحاب رسول اللہ کو رسول پاک کا زمانہ یاد آ گیا تھا۔ حضور نے فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ کی چھت پر اذان دینے کا حکم بھی بلال رض ہی کو دیا تھا، عیدین اور استسقا کے موقع پر حضور کا نیزہ لے کر بھی آپ ہی چلتے تھے، بلال حبشی رض نے ایک عربی لڑکی سے شادی کی اور فضیلت اسلام کی وجہ سے لڑکی والوں نے انہیں قبول کیا، حضور کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی سنہ ۲۰ھ میں دمشق میں انتقال ہوا۔

---

[1] صدق جدید مورخہ ۳ مارچ ۱۹۷۳ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علمی طریقے پر ضروری سمجھی کیوں کہ اس میں ایک خلافِ واقعہ بات بھی تھی جو علمی اسلوبِ بحث کے خلاف ہے نیز رسول اللہ کے صحابی جلیل رضؓ پر ایک غلط اتہام بھی ہے جس کی صفائی صحابہ سے محبت کرنے والے کا فرض ہے۔ زیرِ غور مسئلہ یعنی حضرتِ بلال رضؓ کا شین کی جگہ پر سین تلفظ کرنا، علمائے فنِ حدیث سے پوشیدہ نہیں رہ سکا، انھوں نے موضوع حدیثوں کی کتابوں میں اس سلسلے کی دو حدیثیں بیان کی ہیں، اور صراحت کے ساتھ انہیں موضوع بتایا ہے، ان دونوں کی قدرے تفصیل ہم کریں گے۔

ملا علی قاری کی رائے سلہ شیخ ملا علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) اپنی مختصر کتاب "الموضوعات الصغریٰ" میں حدیث نمبر ۵ کے ماتحت لکھتے ہیں۔

حدیث۔ ان بلالا کان یبدل الشین فی الاذان سینا لیس لہ اصل سلہ

اس حدیث کی کہ بلال اذان میں شین کو سین سے بدل دیا کرتے تھے کوئی اصل نہیں ہے۔

محدثین کی اصطلاح میں لا اصل لہ کا مفہوم اگر علمائے فنِ حدیث واسناد "لا یصح" "لا یثبت" "لیس بصحیح" وغیرہ جیسے الفاظ کتبِ احادیث الاحکام میں استعمال کرتے ہیں، تو اس سے مراد اصطلاحی صحت کی نفی ہوتی ہے، جیسے امام بخاری اور دوسرے محدثین کتبِ احکام نے کی ہے، یعنی محدثین کی اصطلاح میں صحیح کی جو تعریف ہے وہ اس پر صادق نہیں آتی، ہاں حدیث حسن یا ضعیف ہو سکتی ہے لیکن اس سے مراد موضوع نہیں ہوتی۔ لیکن اس کے برعکس جب محدثین موضوعات کی کتابوں میں یہ یا اس سے مشابہ الفاظ

سلہ نور الدین بن محمد بن سلطان الحرمی المکی، ملا علی قاری کے نام سے شہرت ہوئی۔ ملا جبکہ سید محذوم فقیہ وعالم، ہرات میں پیدا ہوئے، وہیں تعلیم پائی پھر مکہ رحلت کی اور وہاں کے شیوخ مثلاً ابی الحسن البکری اور ابن حجر ہیتمی سے اخذ کیا، وفات ۱۰۱۴ھ میں ہوئی، آپ کی تصنیفات سو سے زیادہ ہیں جن میں سے اکثر کتابوں کے خلاصے ہیں، تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، توحید ہر موضوع پر آپ نے لکھا ہے۔ سخت حنفی تھے، مخالفین کی زبان میں غالیا غلو کی حد تک حنفی المذہب تھے۔

سلہ المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، المعروف بالموضوعات الصغریٰ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، سوریا، صفحہ ۳۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ لئے ہیں تو اس سے مراد نفی حقیقی ہوتی ہے یعنی یہ کہ یہ حدیث موضوع ہے، اور اس میں صحت کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہے (یہ موضوع اصطلاحی ہے) اور بعض محدثین نے اس فرق کو ملحوظ نہ رکھنے سے موضوع احادیث کے باب میں بڑی پریشانی اٹھائی ہے، جس کی تفصیل خارج از بحث ہے)

ملا علی قاری نے موضوعات صغریٰ ہی میں دوسری حدیث نمبر ۱۵۹ کے ماتحت اس طرح لکھی ہے۔

حدیث: سین بلال عند اللہ شین، قال ابن کثیر لیس لہ اصل [1] — یہ حدیث کہ بلال کا سین اللہ کے نزدیک شین ہے ابن کثیر نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

موضوعات کبریٰ میں: ملا علی قاری نے اپنی دوسری کتاب موضوعات کبریٰ میں بھی اس دوسری حدیث کو نمبر ۲۲۹ کے ماتحت صفحہ ۲۲۱ پر نقل کیا ہے، اور انہیں الفاظ میں نقل کیا ہے جو پہلے لکھے جا چکے۔ اور پہلی حدیث کو نمبر ۶۱، کے ماتحت جو بعینہٖ انہیں الفاظ میں نقل کیا ہے جو لکھے جا چکے ہیں، پھر رقم طراز ہیں کہ مزی [2] نے برہان السفاقسی [3] سے نقل کیا ہے کہ انہ اشتہر علی السنۃ العوام ولم نرہ فی شیئ من الکتب [4] یہ بات عوام

[1] ایضاً ۶۲ (مطابق حاشیہ صفحہ ۳/۲)

[2] یوسف بن عبد الرحمٰن بن یوسف ابوالحجاج، جمال الدین بن زکی ابی محمد القضاعی الکلبی المزی، ۶۵۴ھ ہجری میں حلب میں پیدا ہوئے۔ دمشق کے نواحی عزہ میں تربیت پائی، دمشق میں ۷۴۲ ہجری میں وفات پائی۔ اپنے عصر میں شام کے محدث تھے، حدیث کے حفاظ کبار میں سے تھے، لغت کے ماہر بھی تھے، فن حدیث سے متعلق متعدد کتابیں لکھیں، حافظ ابو عبد اللہ ذہبی کا قول اس طرح وارد ہوا ہے " سب سے زیادہ حفاظ حدیث میں نے چار دیکھے، ابن دقیق العید ان میں افقہ الحدیث تھے، دمیاطی انساب کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ ابن تیمیہ متن حدیث کے سب سے بڑے حافظ تھے، اور مزی رجال حدیث (سند) کے سب سے بڑے عالم تھے۔

[3] ابراہیم بن محمد السفاقسی (بضم القاف) ابو اسحاق برہان الدین، پیدائش ۶۹۷ھ وفات ۷۴۲ھ " مالکی فقیہ تھے، بجایۃ میں علم حاصل کیا، پھر حج کیا اور علمائے مصر و شام سے استفادہ کیا، مدتوں فتویٰ اور تدریس کی خدمت انجام دی، ان کی مشہور تصنیفات میں المجید فی اعراب القرآن المجید اور " شرح ابن الحاجب " ہے

[4] الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ المعروف بالموضوعات الکبریٰ طبع دار الامانہ، بیروت صفحہ ۱۲۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی زبانوں پر مشہور ہے لیکن ہم نے اس کو کسی بھی کتاب میں نہیں دیکھا۔

عصر تدوین حدیث کے بعد اب کوئی نئی حدیث نہیں جو حدیث بھی حفاظ حدیث کے سینوں میں یا پھر تدوین حدیث کے بعد ان کے سینوں میں موجود نہ ہو وہ یقیناً موضوع ہے۔ مزّی خود بھی حفاظ حدیث میں ہیں، ان کے علم میں نہ ہونا بھی موضوع ہونے کی دلیلوں میں سے ایک ہے، کیوں کہ کوئی معتد بہ اور ثقہ حافظ اگر یہ کہے کہ میں اس حدیث کو نہیں جانتا، عصر تدوین و استقراء حدیث کے بعد (عصر صحابہ و تابعین میں یہ ممکن ہے کہ کسی حدیث کی خبر دوسرے کو نہ ہو) اور اس پر کسی دوسرے حافظ نے تعقیب نہ کی ہو۔ تو وہ بلاشبہ موضوع ہے جیسے کہ یہ قصہ، پھر مزّی جیسے حافظ حدیث کا یہ قول کہ کسی حدیث کی کتاب میں ہم نے اسے نہیں پایا اس بات کے لئے حجت کامل ہے کہ یہ موضوع ہے۔

سخاوی کا قول شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی[۱] نے مقاصد حسنہ میں پہلی حدیث کو نمبر ۲۱ کے ماتحت نقل کیا ہے اور برہان سفاقسی کا وہی قول نقل کیا ہے جو اوپر لکھا جا چکا ہے[۲] پھر نمبر ۵۸۲ کے ماتحت سین بلال عند اللہ شین والی حدیث بھی بیان کی ہے، اور پھر ابن کثیر[۳] کا قول بھی نقل کیا ہے[۴]، اس کے بعد لکھتے ہیں،

---

[۱] محمد عبدالرحمٰن بن شمس الدین السخاوی، مصر کے ایک دیہات "سخا" کے رہنے والے تھے، ولادت قاہرہ میں ۸۱۳ھ میں اور وفات مدینہ میں ۹۰۲ھ میں ہوئی، مورخ حجہ تھے، تفسیر، حدیث اور ادب کے عالم تھے، عالم اسلامی کے طویل سیاحت و زیارت کی، تقریباً دو سو کتابوں کے مولف ہیں، سب سے مشہور کتاب "الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع" بارہ حصوں میں ہے۔

[۲] المقاصد الحسنہ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی السنۃ الناس، مطبوعہ مکتبہ الخانجی، صفحہ ۱۲۲

[۳] اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر، عماد الدین، ابوالفداء، پیدائش ۷۰۱ھ میں بصری، شام میں اور وفات ۷۷۴ھ میں دمشق میں ہوئی، قرآن و حدیث اور نحو پر عبور تھا، حفاظ حدیث میں اہم مقام ہے، مورخین کی صف اول میں سمجھے جاتے ہیں، مفسرین کے زمرہ میں بھی آتے ہیں، فقیہ بھی تھے، متعدد شیوخ سے استفادہ کیا، ابن تیمیہ بھی آپ کے شیخ تھے، مصر و حجاز کے سفر بھی آپ نے کیے تھے، مشہور تالیفات میں تفسیر ابن کثیر اور البدایہ والنہایہ ہیں نیز حدیث کی متعدد کتابیں بھی مطبوعہ و مخطوطہ ہیں۔ [۴] ابن کثیر کا یہ قول نقل کیا ہے "انہ لیس لہ اصل ولا یصح" اس کی کوئی اصل (حقیقت) نہیں اور یہ صحیح نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ولكن اورد الموفق بن قدامة في المغني بقوله
روي ان بلالا كان يقول اشهد يجعل الشين
سيناً والمعتمد الاول وقد ترجمه غير
واحد بانه كان لدي (ندي) الصوت حسنه
وفصيحه وقال النبي صلى الله عليه وسلم لعبد الله
بن زيد صاحب الرؤيا القه عليه اي على
بلال فانه اندى صوتا منك ولو كانت
فيه لثغة لتوفرت الدواعي على نقلها
ولعابها اهل النفاق والضلال المجتهدين
في التنقيص لاهل الاسلام [1]

لیکن موفق ابن قدامہ نے مغنی میں یہ بیان کیا ہے کہ یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ بلال اشہد کے شین کو سین کر لیتے تھے، لیکن پہلی بات ہی معتبر ہے کیونکہ ان کے ترجمہ (سوانح) میں ایک سے زیادہ نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کی آواز بلند، اچھی اور فصیح تھی اور نبی صاحب نے صاحب رویا عبداللہ بن زیدؓ سے فرمایا کہ ان پر یعنی بلالؓ پر الفاظ اذان کی تلقین کرو کہ وہ تم سے زیادہ بلند، اچھی اور شیریں آواز والے ہیں اور اگر ان میں لحن ہوتا تو اس بات کے اسباب متوفر تھے کہ اس کو نقل کیا جاتا اور اہل نفاق وضلال جو اہل اسلام کی تنقیص کی پوری کوشش کرتے ہیں وہ عیب جوئی کے ساتھ اسکو ضرور بیان کرتے۔

ندی واندی کا مفہوم

ابن قدامہ کے قول پر جرح ان کی اصل کتاب کی طرف رجوع کرنے کے بعد اگلے صفحہ میں کی جائے گی یہاں مختصر طور پر تین چیزیں بیان کرنا ضروری ہیں جن سے عبارت کی توضیح ہو گئی، پہلی بات تو یہ کہ کتاب میں مطبعی غلطی کی وجہ سے ندی کی جگہ لدی لکھا ہوا تھا، علمی امانت کے طور پر اسے باقی رہنے دیا گیا ہے لیکن بریکٹ میں اس کی تصحیح، عبارت کی اگلی سطروں اور حدیث وتراجم کی کتابوں کی روشنی میں کر لی گئی ہے، دوسری بات یہ کہ ندی اور اندی کے معنی اردو، عربی یا مختصر عربی لغات میں بلند آواز یا دور جانے والی آواز ہی کیے گئے ہیں۔ میں نے ترجمے میں وہ معنی لکھے ہیں جو مراجع میں موجود ہیں، یعنی بلند آواز کے علاوہ آواز کی اچھائی اور

---

[1] المقاصد الحسنہ صفحہ ۱۴۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور تشبیہ بنی بھی، ابن منظور جمال الدین ابن مکرم[۱] کا ایک قول شاہد کے لئے پیش کرتا ہوں

وفی حدیث الاذان انہ اندی صوتا	اذان کی حدیث میں ہے اندی صوتا یعنی اونچی
ای ارفع و اعلیٰ وقیل احسن واعذب	اور بلند اور کہا گیا اچھی، شیریں اور دور جانے والی
وقیل ابعد	

اور عقلی و شرعی دونوں طریقوں پر یہ بات تسلیم کی جاسکتی ہے کہ یہ سارے ہی لغوی معنی حضرت بلالؓ کی آواز میں موجود تھے، کیوں کہ حضورؐ کا انتخاب نماز کے اعلان اور اس تعبدی فعل کے لئے کسی ایسے شخص کا سمجھ میں نہیں آتا جس کی صرف آواز بلند ہو لیکن تلفظ صحیح نہ ہو اور لکنت و عجمیت پوری طرح ظاہر ہو

لثغ کے لغوی معنی | تیسری بات یہ کہ لثغ کا ترجمہ اختصار کی غرض سے راقم نے لحن کر لیا، یعنی غلطی و عجمیت، لثغ کے معنی کی حقیقت یہ ہے کہ زبان سے ایک حرف کے بجائے دوسرا حرف نکلے اور صحیح طور پر الفاظ ادا نہ ہو سکیں، اس کے معنی بھی ہمیں ابن منظور کی مدد سے حل کرنے پڑیں گے۔ ملاحظہ ہوں۔

اللثغۃ ان تعدل الحرف الی حرف غیرہ	لثغہ یہ ہے کہ حرف کو دوسرے حرف سے بدل لیا جائے۔
والالثغ الذی لا یتکلم بالراء وقیل ھو الذی	الثغ وہ ہے جو رہ نہ بول سکے یا را سے غ سے بدل دے
یجعل الراء غینا او لاما او یجعل الراء فی	یا ل سے، یا ر کو اپنی زبان کی نوک سے ادا کرے یا ص
طرف لسانہ او یجعل الصاد فاً وقیل ھو الذی	کو ف بنا دے، اور کہا گیا ہے کہ وہ جس کی زبان س
یتحول لسانہ عن السین الی الثاء وقیل ھو الذی	سے ث کی طرف پھر جائے، اور کہا گیا ہے کہ وہ جو بھاری
لا یتم رفع لسانہ فی الکلام وفیہ ثقل وقیل	پن کی وجہ سے گفتگو میں زبان کو اونچا نہ کر سکے، اور کہا گیا
ھو الذی لا یبین الکلام وقیل ھو الذی	ہے کہ وہ واضح کلام نہ کر سکے اور کہا گیا ہے کہ وہ جس کی

---

[۱] محمد بن مکرم بن علی ایک قول یہ ہے کہ رضوان بن احمد ابی القاسم بن حقہ بن منظور الانصاری الافریقی المصری جمال الدین ابوالفضل پیدائش ۶۳۰ھ وفات ۷۱۱ھ، لغت کی مشہور کتاب "لسان العرب" کے مولف جس میں لغت کی کتابوں تہذیب محکم صحاح جمہرہ نہایہ گویا سب کو جمع کر دیا گیا ہے، آپ عالم و ادیب و فقیہ بھی تھے، کئی طویل کتابوں کی تلخیص بھی کی، طرابلس کا منصب قضا بھی سنبھالا، سیوطی نے لکھا ہے کہ "وعندہ تشیع بلا رفض" ان کا میلان تشیع کی جانب تھا لیکن رافضی نہیں تھے یعنی غیر متعصب تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اور خصوصاً شیخین ابوبکرؓ و عمرؓ کے ناموں اور اقوال و آثار کو انتہائی ادب کے ساتھ نقل کرتے ہیں بلکہ حجت اور دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قصر لسانه من موضع الحرف ولحق موضع | زبان اصل حرف تک نہ پہنچے سے قاصر رہ جائے اور اس
اقرب الحروف من الحرف الذی یکلفہ لسانہ[1] | حرف سے جو زیادہ قریب حرف ہے اس سے مل جائے

عجلونی کی توضیح: شیخ محمد العجلونی الجراحی متوفی ۱۱۶۲ھ[2] نے کشف الخفا میں حدیث نمبر ۱۹۵ کے ماتحت پہلی حدیث بیان کی ہے اور پھر اس طرح لکھا ہے۔

قال فی الدرر لم یرد فی شئی من الکتب | دُرر میں کہا ہے کہ یہ کسی کتاب میں نہیں اور ملا علی
وقال القاری لیس لہ اصل، وقال البرہان | قاری نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور
السفاقسی نقلا عن الامام المزی انہ | برہان سفاقسی نے امام مزی سے نقل کیا ہے کہ یہ
اشتہر علی السنۃ العوام ولم یرد فی شئی من | عوام الناس کی زبان پر گو مشہور ہو گئی ہے لیکن کسی
الکتب[3] | بھی کتاب میں اس کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔

پھر سین بلال عند اللہ شین والی حدیث نمبر ۱۵۲۰ کے ماتحت بیان کی ہے اور ابن کثیر کا قول نقل کرنے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی فصیح الکلامی اور عبد اللہ بن زید[4] کی اذان کا قصہ اور اہل نفاق کی عیب جوئی اور اہل حدیث

---

[1] لسان العرب، جلد ۱۰، صفحہ ۳۳۲، مادہ لثغ

[2] اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی الجراحی العجلونی الدمشقی، عجلون میں ۱۰۸۷ھ میں پیدا ہوئے اور دمشق میں ۱۱۶۲ھ میں وفات ہوئی اپنے زمانہ میں شام کے محدث تھے۔ کشف الخفا کے علاوہ بخاری کی شرح الفیض الجاری کے نام سے لکھی جو مکمل نہیں ہوئی۔ [3] کشف الخفا و مزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث علی السنۃ الناس مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، جلد اول، صفحہ ۴۲۳ [4] عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ وہ صحابی جنہیں اذان کے کلمات خواب میں القا ہوئے تھے اور انھوں نے آنحضرت رسول پاک کو اطلاع دی تھی، آپ ان معدودے چند صحابہ میں سے تھے جو اسلام سے قبل عربی کتابت جانتے تھے، آپ انصاری تھے عقبہ ثانیہ میں بیعت کی تھی تمام غزوات میں حضور کے ساتھ شرکت کی فتح مکہ میں بنی حارث بن خزرج کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ ۳۲ھ میں ۶۴ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ اس سال حضرت عثمان غنی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ [5] کشف الخفا، جلد اول صفحہ ۴۴۳-۴۴۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے بیان کرنے کی خصوصیت پر معمولی الفاظ کی تغییر کے ساتھ وہی قول نقل کیا ہے جو ہم سخاوی سے نقل کر چکے ہیں پھر لکھتے ہیں:۔

وقال العلامة ابراهيم الناجي واشهد بالله ان سيدي بلالاً ما قال اسهد بالسين المهملة قط كما وقع لموفق الدين ابن قدامة وقلده ابن اخيه الشيخ ابو عمر شمس الدين في شرح كتابه المقنع ورد عليه الحفاظ كما بسطته في ذكر مؤذنيه بل كان من افصح الناس وانداهم صوتاً [1]

اور علامہ ابراہیم ناجی نے کہا میں خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ میرے آقا بلال نے اسہد سین مہملہ یعنی غیر منقوطہ سین کے ساتھ کبھی نہیں کہا، جیسا کہ غلط طور پر یہ شبہ ابن قدامہ کو واقع ہوا اور انہوں نے اس کو لکھا اور ان کے بھتیجے شیخ ابو عمر شمس الدین نے کتاب کی شرح مقنع میں ان کی تقلید کی، اور اس بات کی حفاظ حدیث نے تردید کر دی ہے جس کی تفصیل میں حضور کے موذنوں کے تذکرہ میں بیان کر چکا ہوں بلکہ بلال لوگوں میں فصیح تر اور آواز کے اعتبار سے سب سے اچھے تھے۔

ابن قدامہ کا استدلال[2] المغنی کی طرف رجوع کرنا میرے لئے علمی طور پر واجب ہو گیا، راقم نے باب الاذان میں

۱؎ کشف الخفاء جلد اول صفحہ ۲۴۹ ـ ۲۶۵ ۔ ۲؎ عبداللہ احمد بن محمد بن قدامہ ۵۴۱ھ میں جماعیل میں پیدا ہوئے دس سال کی عمر میں اہل خانہ کے ہمراہ دمشق میں آئے، قرآن پڑھا اور مختصر خرقی (فقہ حنبلی کی کتاب) حفظ کی، اپنے والد اور ابوالمکارم سے تعلیم حاصل کی پھر بغداد آئے اور متعدد علماء سے سماعت کی جن میں عبدالقادر جیلانی بھی تھے پھر مکہ میں سماعت کی، مذہب، اختلافات اور اصول میں مہارت پیدا کی، پھر بغداد میں چار سال مقیم رہے پھر دمشق واپس آئے، دوبارہ بغداد آئے اور آخرکار دمشق واپس آ کر اپنی شہرۂ آفاق کتاب "المغنی فی شرح الخرقی" لکھی جو فقہ حنبل میں بلند پایہ مرجع ہے، آپ زاہد تھے، دنیا سے کنارہ کش تھے، زہد کی وجہ سے علم کتاب و سنت سے کنارہ کش نہیں ہو گئے تھے، نرم خو، حسن اخلاق کے پیکر، مساکین سے محبت کرنے والے، سخاوت آپ کا شعار تھا، آپ کے چہرہ سے انوار کی بارش ہوتی تھی جو آپ کو دیکھتا خیال کرتا صحابہ کرام [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک مسئلہ کے ماتحت یہ بحث پائی۔ ابن قدامہ نے بیان کیا ہے کہ اذان میں لحن (یعنی کلمات میں تغیر یا غلطی وغیرہ کے متعلق کیا مسئلہ ہے، پھر اس کے دو جواب لکھے ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ اذان صحیح ہو گی کیونکہ اذان کا مقصود (یعنی اعلان و اعلام) اس سے پورا ہو گیا اور دوسرا یہ کہ صحیح نہیں ہو گی۔ ملاحظہ ہو۔

احدھما یصح لان المقصود یحصل منہ فھو کغیر الملحن والآخر لا یصح لما روی الدار قطنی باسنادہ عن ابن عباس قال کان للنبی مؤذن یطرب فقال رسول اللہ ان الاذان سھل سمح فان کان اذانک سھلا سمحا ۱؎ والا فلا تؤذن ۲؎

ایک قول یہ کہ صحیح ہے کیونکہ اس سے مقصد حاصل ہو گیا اس لئے وہ ایسی ہی ہے جیسے غیر ملحن (اذان) دوسرا قول یہ کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ دارقطنی نے سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی کا ایک مؤذن مطربانہ آواز میں اذان دیتا تھا ان سے رسول اللہ نے فرمایا، اذان آسان اور سادہ ہونی چاہیئے۔ پس اگر تمہاری اذان ایسی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ اذان نہ دو۔

(باقی آئندہ)

صفحہ سابق کا بقیہ حاشیہ لکھا گیا ہے، یعنی متبع سنت تھے، قرآن تفسیر حدیث اور فقہ کے امام تھے، سوانح میں لکھا ہے کہ "یقرأ فی اللیل والنہار سبعا من القرآن" یعنی رات اور دن میں قرآن کا ساتواں حصہ تلاوت کرتے تھے، اور یہ رسول پاکؐ کی بیان کردہ اجازت ہے، مراد سات قرآن کی تلاوت نہیں جیسا کہ بعض اولیاء اور بزرگوں کے متعلق دو، چار اور آٹھ قرآن روزانہ تک کی روایات تذکرۂ اولیاء جیسی کتابوں میں مذکور ہیں کیونکہ یہ روایتیں غیر عقلی ہونے کے علاوہ غیر شرعی بھی ہیں۔ احادیث قرآن سے متعلق جو شرعی تفصیلات اور علماء کے اقوال اور فتوے ہیں یہ ان کے مخالف ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

۱؎ المغنی لابن قدامہ، مطبوعہ مطبعۃ المنار، قاہرہ، جلد اول صفحہ ۴۲۵

۲؎ بخاری نے باب رفع الصوت بالنداء۔ کتاب الاذان میں [illegible] کا یہ قول نقل کیا ہے جو انہوں نے ایک مؤذن سے فرمایا "اذن اذانا سمحا [illegible]"

۳؎ المغنی لابن قدامہ، مطبوعہ مطبعۃ المنار، قاہرہ جلد اول صفحہ ۴۲۵۔

[illegible]

© rasailojaraid.com